جدید ریاست کا فکری تعقل اور نو حلاقی مثالیت پرستی: اسلامی انقلاب کا متبادل منہاج

علی محمد رضوی

آج کل اسلامی انقلابی سیاست کو درپیش ایک اہم چیلنج مابعد جدیدیت اور بالخصوص مشل فوکالٹ کی جینیلاجیکل منہج سے متاثرہ فکر ہے جو حلاق کی کتاب "ناممکن ریاست" کی صورت میں مسلم حلقوں پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ اس فکری رجحان کو ہم نو حلاقی مثالیت پرستی کہہ سکتے ہیں۔ اس فکر کا بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ ریاست خالصتاً جدیدیت اور سرمائے کی منطق کی ایجاد ہے؛ اس لیے یہ اپنی روح اور ساخت میں ایک مستقل اسلام دشمن ڈھانچہ ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کا قیام ایک ناممکن اور تضاداتی عمل ہے۔

یہ فکر بظاہر جدید ریاست کا ایک تنقیدی مطالعہ پیش کرتی ہے، لیکن عملی طور پر یہ اسلامی تحریکوں کو ایک گہرے فکری تعطل اور سیاسی بے عملی کا شکار کر دیتی ہے۔ اس فکری جمود کو توڑنے کے لیے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکری روایت اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے تہافتی منہاج کی روشنی میں ایک متبادل، حرکی اور تعمیری انقلابی نظریہ تشکیل دینا ضروری ہے، جو ریاست کے مفہوم، تاریخی تسلسل، اور اصطلاحی جواز کی اسلامی بنیادوں پر ایک نئی علمیاتی تعبیر پیش کرے۔

ا۔ 'ریاست' کی حقیقت: بنیادی تصوراتی مغالطہ

'نو-حلاقی' فکر کا پہلا تصوراتی مغالطہ یہ ہے کہ وہ 'تاریخی انقطاع' پر زور دیتے ہوئے سترہویں یا اٹھارھویں صدی کے یورپ میں ابھرنے والی مخصوص 'جدید قومی ریاست' کو ہی ریاست کا کلی اور واحد ماصدق قرار دیتی ہے۔ ان کے نزدیک خلافت، امارت یا بادشاہت کو 'ریاست' کہنا ایک تصوراتی مغالطہ ہے، کیونکہ ریاست کوئی غیر جانبدار تصور نہیں بلکہ جدیدیت کی

مخصوص اختراع ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک ریاست کو سرمایہ داری اور مغربی انسانی حقوق کے تصورات کی طرح کلی طور پر مسترد کرنا ضروری ہے۔

اس کے برعکس، امام غزالی کا مکتبِ فکر تصورات میں اندرونی تفریق و امتیاز (Conceptual Differentiation) کی وکالت کرتا ہے۔ اس متبادل منہاج کے تحت 'ریاست' کو ایک 'جنس' کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس کا بنیادی مادہ اور تعریف محض ایک 'مرکزی سیاسی اتھارٹی، منظم حاکمیت اور تحکم کا وجود' ہے۔ اس جنسِ ریاست کے تحت تاریخ میں مختلف 'انواعِ' ریاست وجود میں آتی رہی ہیں۔ سرمائے کی منطق اور سیکولر جدیدیت پر قائم ہونے والی مغربی قومی ریاست اس کی محض ایک نوع ہے، جبکہ حاکمیتِ الٰہیہ اور سیاسی تحکم کے اسلامی تصور پر قائم ہونے والی خلافت، امارتِ اسلامیہ یا سلطنت اس کی دوسری متبادل انواع ہیں۔

مرکزی سیاسی اتھارٹی (سلطان) کا تصور اسلامی فکر کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ امام ماوردی کی 'احکام سلطانیہ' (نیز مذاہب اربعہ میں احکام سلطانیہ کے ضمن میں وسیع لٹریچر) اور شاہ ولی اللہ کی اصطلاح 'ریاستِ عامہ' (جو انہوں نے خلافت کی تعریف کے لیے استعمال کی ہے) اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلامی سیاسی فکر میں منظم حاکمیت کے لیے ریاست بطور اسلامی اصطلاح اور تصور پہلے سے موجود ہے۔ لہٰذا، ہم اس مطالبے کو مسترد کرتے ہیں کہ 'ریاست' کی اصطلاح کو جدید یورپی تصور ریاست کی وجہ سے ترک کر دیا جائے؛ کیونکہ اسلامی تاریخ سیاسی تحکم کا اپنا ایک مخصوص اور قدیم تصور رکھتی ہے جو جدید یورپی ریاست سے پہلے کا قصہ ہے[۱]۔ ریاست کا عمومی تصور ایسا تصور ہے جس میں مختلف اقدار سموئی جاسکتی ہیں اسی بنا پر آج ایک ایسی اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی ہے جس کا وجۂ وجود اللہ کی حاکمیت کا قیام و نفاذ ہو (اور اسکی کم از کم دو مختلف عملی مثالیں اسلامی ایران اور امارت اسلامی افغانستان کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں)۔

۳۔ مستقل ڈھانچے: ادارہ جاتی اوزار بمقابلہ سیاسی تعقل

'نو- حلاقی' مثالیت پرستی ریاست کو ایک ایسا یکجا، جامد اور ناقابلِ تقسیم بت بنا کر پیش کرتی ہے جس کے تمام مستقل ادارے (فوج، عدلیہ، بیوروکریسی) لازمی طور پر سرمایہ داری کے غلبے کو برقرار رکھنے کے لیے ہی بنے ہیں۔ اس سحر کو توڑنے کے لیے ریاست اور حکومت کے تجزیاتی مفہوم کو مزید واضح کرنا اور اس کے اندر ایک اہم تصوراتی تہہ کو متعارف کروانا ضروری ہے۔ یہاں ہمیں عارضی انتظامیہ (حکومت) اور مستقل حکومتی ڈھانچوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے، ریاست کے تصور کے اندر دو الگ معانی میں گہرا امتیاز کرنا ہوگا۔

پہلا مفہوم طاقت کے مستقل اداروں (Permanent Apparatuses of Power) کا ہے، جس سے مراد وہ ادارہ جاتی اوزار، بیوروکریسی، فوج اور انتظامی ڈھانچے ہیں جو سماجی نظم اور ہر منظم سماجی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔ دوسرا مفہوم حکمرانی کے سیاسی تعقل (Political Rationality of Governance) کا ہے جس سے مراد وہ بنیادی منطق، اقدار، علمیات اور مقاصد ہیں جو ان اوزاروں اور ڈھانچوں کی سمت متعین کرتے ہیں اور انہیں نظریاتی جواز فراہم کرتے ہیں۔ یہ فرق انقلابی نظریے کے لیے ایک کلیدی نکتہ ہے۔ انقلاب کا مطلب محض اداروں پر قبضہ کرنا نہیں، بلکہ سرمایہ دارانہ 'سیاسی تعقل' کو مسمار کر کے اس کی جگہ اسلامی عقلیت کو نافذ کرنا ہے جو ان اداروں کو چلاتی ہے۔ جدید ریاست کا سیاسی تعقل 'سرمائے کا تحفظ' اور انسان کی 'مطلق خود مختاری' ہے، جبکہ اسلامی انقلاب اس تعقل کو بدل کر 'عبدیت' بمقابلہ 'خود مختاری' کی منطق متعارف کرواتا ہے۔ جب تعقل بدل جاتا ہے، تو وہی ادارہ جاتی اوزار جو کبھی سرمائے کے تحفظ کے آلے تھے، دین کے غلبے اور فتنے کے خاتمے کا ذریعہ بن جاتے ہیں جس کی عملی تعبیر قرآن کی اس آیت میں ملتی ہے کہ 'اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے'۔

مفسرِ اعظم امام ابو جعفر ابنِ جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تاویل میں فرماتے ہیں:

"قاتلوهم حتى لا يكون شرك، ولا يعبد إلا الله وحده لا شريك له، فيرتفع البلاء عن عباد الله من الأرض وهو 'الفتنة'، و'يكون الدين كله لله' يقول: حتى تكون الطاعة والعبادة كلها لله خالصة دون غيره"

(ان سے قتال کرو یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے، اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں، پس زمین سے اللہ کے بندوں پر قائم 'بلاء' یعنی مصیبت و جبر کا نظام اٹھ جائے - اور یہی 'فتنہ' ہے - اور دین سب اللہ کا ہو جائے، یعنی یہاں تک کہ اطاعت اور عبادت سب کی سب خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہو جائے، کسی اور کے لیے نہ رہے)۔ امام طبری کی یہ تاویل ہمارے اس مقدمے کی اساس ہے کہ انقلاب کا اصل ہدف 'سیاسی تعقل' یعنی مروجہ طاعت و عبدیت کے نظام کو بدل کر خالص عبدیتِ الٰہی کے نظام کو قائم کرنا ہے[۲]۔ اس بنیادی تبدیلی کے بغیر سیاسی تبدیلی محض سطحی رہے گی۔

یہاں ایک ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ کرنا نہایت ضروری ہے، جسے 'نو-حلاقی' فکر جانتے بوجھے یا نادانستہ طور پر اپنے حق میں برتتی ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ سیاسی تعقل کی تبدیلی سے ادارہ جاتی آلات کا رخ اور مقصد بدل جاتا ہے، تو اس سے مراد ہرگز وہ مخصوص ریاستی ادارے (جیسے مروجہ سرمایہ دارانہ ریاستوں کی موجودہ بیوروکریسی، فوج یا عدلیہ) نہیں ہوتے جو آج عملاً قائم ہیں۔ بلکہ یہاں مراد ان اداروں کی 'عمومی جنس' (Genus) ہے جو نظمِ عامہ کے لیے ناگزیر ہے۔ تاریخی طور پر ایرانی انقلاب اس کی ایک واضح مثال ہے جہاں شاہ کی فوج، بیوروکریسی اور تعلیمی نظام کو سدھارنے کے بجائے انہیں سرے سے مسترد اور ختم کیا گیا، اور ان کی جگہ ایک بالکل نیا تعلیمی نظام، نئی فوج، نئی پولیس اور ایک نیا ریاستی ڈھانچہ کھڑا کیا گیا جس کا خمیر اسلامی اقدار سے اٹھا تھا۔ لہٰذا، پاکستان یا کسی بھی مروجہ ریاست میں اسلامی ریاست کے قیام کا انقلابی منہاج یہ تقاضا کرتا ہے کہ پہلے معاشرتی سطح پر متوازی اور متبادل ادارہ جاتی ڈھانچے تعمیر کیے جائیں۔ جب یہ معاشرتی ادارے مادی اور اخلاقی طور پر قوی ہو

جائیں گے، تبھی وہ تاریخی وقوعہ (Event) رونما ہو گا جسے انقلاب کہتے ہیں، جس کے نتیجے میں یہ متبادل ادارے مروجہ ریاستی ڈھانچوں کو منتشر (Dissolve) کر دیں گے۔ اس صورت میں موجودہ فوج کی جگہ ایک بالکل نئی انقلابی فوج قائم ہو گی، موجودہ بیوروکریسی کی جگہ نئی اسلامی انتظامیہ وجود میں آئے گی، اور روایتی عدالتوں کو ختم کر کے ان کی جگہ اسلامی عدالتیں قائم کی جائیں گی۔

۳۔ وائل حلاق کا رد: تاریخی عارضی وقوعہ اور عسکری حاکمیت

وائل حلاق اپنی کتاب 'ناممکن ریاست' میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ریاست شریعت کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ 'مطلق حاکمیت' کا دعویٰ کرتی ہے جو اسلام میں صرف اللہ کا حق ہے۔ حلاق کا یہ استدلال شریعت کو ایک بے بس اور محض اخلاقی ضابطے کے طور پر دیکھتا ہے جو مادی طاقت کی تنظیم نہیں کر سکتا۔ یہ ایک غلط خیال ہے اور حلاق کے 'ناممکنات' کے اس نظریے کو ایک اٹل حقیقت کے بجائے 'تاریخی طور پر عارضی وقوعہ' قرار دیا جانا چاہیے۔ یہ نقطۂ نظر اسلام کے تصورِ جہاد اور قوت کے غلبے کی الٰہی حرکیات کے منافی ہے۔ اسلامی انقلاب کا مقصد ایک ایسی نئی ریاست کا قیام ہے جس کا بنیادی تعقل خدا تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کا اقرار اور اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اسلامی ریاست قوت کی ایسی ترکیز (Concentration of Power) کا نام ہے جس کا تعقل اور بنیاد اسلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قطعی حکم کی عملی تعبیر ہے کہ:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴾ [الانفال-۶۰]

ترجمہ: "اور تم ان (کفار) کے مقابلے کے لیے جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے مہیا رکھو، جس کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوفزدہ کر سکو (اور خوفزدہ رکھ سکو)، اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے

مگر اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کروگے، اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔"

التفسير: أي {وَأَعِدُّوا} لأعدائكم الكفار الساعين في هلاككم وإبطال دينكم. {مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ} أي: كل ما تقدرون عليه من القوة العقلية والبدنية وأنواع الأسلحة ونحو ذلك مما يعين على قتالهم، فدخل في ذلك أنواع الصناعات التي تعمل فيها أصناف الأسلحة والآلات من المدافع والرشاشات، والبنادق، والطيارات الجوية، والمراكب البرية والبحرية، والحصون والقلاع والخنادق، وآلات الدفاع، والرأي: والسياسة التي بها يتقدم المسلمون ويندفع عنهم به شر أعدائهم، وتَعَلُّم الرَّمْيِ، والشجاعة والتدبير. ولهذا قال النبي . صلى الله عليه وسلم . : (ألا إن القوة الرَّمْيُ) ومن ذلك: الاستعداد بالمراكب المحتاج إليها عند القتال، ولهذا قال تعالى: {وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ} وهذه العلة موجودة فيها في ذلك الزمان، وهي إرهاب الأعداء، والحكم يدور مع علته. فإذا كان شيء موجود أكثر إرهابا منها، كالسيارات البرية والهوائية، المعدة للقتال التي تكون النكاية فيها أشد، كانت مأمورا بالاستعداد بها، والسعي لتحصيلها،حتى إنها إذا لم توجد إلا بتعلُّم الصناعة، وجب ذلك، لأن ما لا يتم الواجب إلا به، فهو واجب وقوله: {تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ} ممن تعلمون أنهم أعداؤكم. {وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ} ممن سيقاتلونكم بعد هذا الوقت الذي يخاطبهم الله به {اللَّهُ يَعْلَمُهُم} فلذلك أمرهم بالاستعداد لهم،ومن أعظم ما يعين على قتالهم بذلك النفقات المالية في جهاد

الكفار. ولهذا قال تعالى مرغبًا في ذلك: {وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّه}ِ قليلا كان أو كثيرًا {يُوَفَّ إِلَيْكُمْ} أجره يوم القيامة مضاعفًا أضعافًا كثيرة، حتى إن النفقة في سبيل الله، تضاعف إلى سبعمائة ضعف إلى أضعاف كثيرة.{وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ} أي: لا تنقصون من أجرها وثوابها شيئًا.[التفسير السعدي]

تفسیر کا اردو ترجمہ

{وَأَعِدُّوا} اور تم تیاری کرو، اپنے ان کافر دشمنوں کے خلاف جو تمہیں ہلاک کرنے اور تمہارے دین کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔{مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ} "جس قدر بھی تمہارے بس میں ہو قوت (جمع کرو)"یعنی ہر وہ چیز جس پر تم قدرت رکھتے ہو، خواہ وہ عقلی و بدنی قوت ہو یا مختلف اقسام کے ہتھیار وغیرہ جو ان کے خلاف لڑائی میں مددگار ثابت ہوں۔ اس حکم میں وہ تمام صنعتیں اور کارخانے بھی شامل ہیں جن میں مختلف قسم کے اسلحہ اور آلات تیار کیے جاتے ہیں؛ جیسے توپیں، مشین گنیں، بندوقیں، جنگی طیارے، بحری و بری گاڑیاں، قلعے، خندقیں اور دفاعی آلات۔ اسی طرح اس میں عمدہ رائے (صائب تدبیر) اور وہ سیاست بھی شامل ہے جس کے ذریعے مسلمان آگے بڑھ سکتے ہیں اور ان سے ان کے دشمنوں کا شر دور ہو سکتا ہے۔ نیز اس میں تیر اندازی (اور نشانہ بازی) سیکھنا، بہادری اور جنگی حکمتِ عملی بھی داخل ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:(ألا إن القوة الرَّمْيُ) "سنو! قوت تو دراصل نشانہ بازی (تیر اندازی) ہے"۔اسی تیاری کا ایک حصہ جنگ کے وقت کام آنے والی سواریوں کو تیار رکھنا ہے،اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ}"اور بندھے (پلے) ہوئے گھوڑوں کی تیاری رکھو، جس کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر دھاک بٹھا سکو"۔یہ علت (دشمن پر ہیبت طاری کرنا) اس زمانے میں گھوڑوں کے اندر موجود تھی۔ اور شرعی حکم ہمیشہ اپنی علت کے ساتھ گھومتا ہے۔ چنانچہ، اگر (بدلتے دور میں) کوئی اور چیز ان گھوڑوں سے زیادہ دشمن پر

ہیبت طاری کرنے والی ہو۔ جیسے جنگ کے لیے تیار کردہ زمینی اور فضائی گاڑیاں (ٹینک اور طیارے) جن کی تباہ کاری زیادہ شدید ہوتی ہے۔تو ان کی تیاری رکھنے اور انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرنے کا حکم ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر یہ چیزیں جدید صنعت و ٹیکنالوجی سیکھے بغیر حاصل نہ ہو سکتی ہوں، تو اس صنعت کا سیکھنا بھی واجب ہو جائے گا؛ کیونکہ اصول یہ ہے کہ ”جس چیز کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہو سکے، وہ چیز خود بھی واجب ہو جاتی ہے“۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: {تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ} ”جس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوفزدہ کر سکو“ یعنی وہ لوگ جن کے بارے میں تم جانتے ہو کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ {وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ} ”اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے“ یعنی وہ لوگ جو اس وقت کے بعد تم سے جنگ کریں گے جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے یہ کلام فرما رہا تھا۔ {اللهُ يَعْلَمُهُم} ”اللہ انہیں جانتا ہے“ اسی لیے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے خلاف بھی پہلے سے تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اور ان تمام چیزوں کے ساتھ دشمن سے قتال کرنے میں سب سے بڑی مددگار چیز کفار کے خلاف جہاد میں مالی نفقہ (خرچ) ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: {وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللهِ} ”اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے“ خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ {يُوفَّ إِلَيْكُمْ} ”اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا“ یعنی قیامت کے دن اس کا اجر کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے ایک حصے کا اجر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ {وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ} ”اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی“ یعنی تمہارے اجر و ثواب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (تفسیر سعدی)

اسلامی ریاست (جس کا قیام مندرجہ بالا آیت شریفہ کے معانی میں داخل ہے) معاشرے کے اندر نئے انتظامی اداروں کی تعمیر سے برآمد ہوتی ہے۔ یہ انتظامی ادارے اللہ کی حاکمیت کے تابع ہوتے ہیں اور ریاست اس طرح سرمائے کے آلے کے بجائے دین کے غلبے کا آلہ

بن جاتی ہے۔ اصل سوال یہ نہیں کہ ریاست مجرداً اسلامی ہو سکتی ہے یا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ کیا ریاست کی بنیادی عقلیت کو نئے سرے سے اس طرح تشکیل دیا جا سکتا ہے کہ منظم قوت کے ایسے مراکز وجود میں آئیں جن کا وجۂ وجود و جواز صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔

۴۔ منہاجِ انقلاب: جینیالوجی کے جھانسے سے منہاجِ تہافت کی طرف

'نو-حلاقی' بیانیے کا منہاج دراصل فوکالٹ کے جینیالوجکل منہج کی ایک مخصوص تعبیر ہے، جس کا واحد مقصد ریاست کی تاریخی جڑوں کو سرمایہ داری اور جدید حکمرانی کے ایک وسیع تر نظام کے طور پر بے نقاب کر کے چھوڑ دینا ہے تاکہ اس کی غیر جانبداری کے دعووں کو باطل کیا جا سکے۔ یہ منہاج صرف تخریبی اور تنقیدی ہے؛ یہ جدید نظام کے فکری تضادات کو عیاں تو کرتا ہے، مگر کسی متبادل تعمیری منصوبے کی سکت نہیں رکھتا۔

اس کے برعکس، حقیقی تعمیری اور انقلابی منہاج امام غزالی کے تہافتی منہاج (Method of Tahafat) پر استوار ہے۔ اس منہاج کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اصطلاحات کو ان کی مختلف تہوں - اصطلاحی، ادارہ جاتی اور عقلی - میں تقسیم کرتا ہے تاکہ ان کے فنکشنل اور اخلاقی جوہر میں تفریق کی جا سکے۔ اس کے دو بنیادی مراحل ہیں؛ پہلا مرحلہ نظاماتی تہافت (Systemic Deconstruction) کا ہے، جس کے تحت جدید سیکولر ریاست اور سرمائے کے عالمی نظام کے فکری، اخلاقی اور معاشی تضادات کو علمی سطح پر منہدم کیا جاتا ہے۔ دوسرا مرحلہ جزئی بازیافت اور تعمیر (Constructive Appropriation) کا ہے، جس کے تحت نظاماتی تہافت کے بعد، ایک باطل نظام کے مختلف انتظامی اور فنکشنل اجزاء کو اس کے نظام کے 'کل' (Whole) سے الگ کر کے اسلامی تناظر میں ان کے ممکنہ استعمال میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی بلکہ اسے ضروری سمجھا جاتا ہے[۳]۔ یہ منہاج ایک تعمیری اور انقلابی منصوبے کے لیے راہ ہموار کرتا ہے، یعنی ایک ایسے اسلامی سیاسی نظریے کا فروغ جو یہ سمجھانے کی مکمل علمی و عملی صلاحیت رکھتا ہو کہ سرمایہ دارانہ ریاست کو کس طرح منتشر و تتر بتر کیا جائے گا اور اس کی جگہ کس طرح اسلامی ریاست کو قائم کیا جائے گا۔

حاصلِ کلام

'نو-حلاقی' مثالیت پرستی ریاست کو فطری طور پر ایک ایسا ناقابلِ تسخیر اور مستقل دشمن ڈھانچہ قرار دیتی ہے جو جدیدیت کی ایجاد ہے اور لازماً سرمائے کی منطق کی خدمت کرتا ہے، جس کا منطقی نتیجہ صرف انقلابی عمل سے فرار اور فکری جمود کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس کے برعکس، معتبر اسلامی انقلابی بیانیہ اسے ایک کثیر الجہتی فلسفیانہ اور انتظامی تصور قرار دیتا ہے۔ جسے تنقیدی طور پر بازیافت کرنا، از سرِ نو متعین کرنا اور حاکمیتِ الٰہی کے تابع کرنا نہ صرف ممکن ہے بلکہ معاصر دنیا میں اسلامی انقلاب کے برپا کرنے، اسے عملی طور پر ممکن بنانے اور دین کے سیاسی و عسکری تحکم کے لیے شرعاً و عقلاً ناگزیر ہے۔

نوٹس و حوالہ جات

ا۔ جیمس کولنز فرانس میں ابتدائی جدید ریاست کی فنکشنل تعریف کرتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ اس کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

The early modern state had three basic attributes: (1) it promulgated and executed laws; (2) it fought wars; and (3) it raised money, primarily to pay for the wars. *The State in early Modern France*, James B. Collins, CUP, 1995.

اس عبارت کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

"ابتدائی جدید ریاست کے تین بنیادی اوصاف یا خصوصیات تھیں: (۱) یہ قوانین بناتی تھی اور ان کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد کو ممکن بناتی تھی؛ (۲) یہ جنگیں لڑتی تھی؛ اور (۳) یہ رقم (ٹیکس کے ذریعے) جمع کرتی تھی، جس کا بنیادی مقصد جنگوں کے اخراجات پورے کرنا تھا۔"

جو لوگ اسلامی ریاست کے منکرین ہیں ان سے سوال یہ ہے ان تین اعمال میں سے اسلامی ریاست کن اعمال کو انجام نہیں دیتی؟

کولنز کے مطابق، ابتدائی جدید ریاست کا تیسرا سب سے بڑا وصف (رقم جمع کرنا) بنیادی طور پر دوسرے وصف (جنگیں لڑنے) کے اخراجات پورے کرنے کے لیے تھا۔ یہ مادی حقیقت اس انقلابی بیانیے کی تصدیق کرتی ہے کہ مقتدر قوت اور عسکری طاقت کی تنظیم (ریاست) تاریخ میں بقا اور غلبے کے لیے شرعاً و عقلاً ناگزیر ہے۔ اگر مسلم امت متبادل تعقل (Political Rationality) کے تحت قوت کے ان تینوں اوصاف (قوانین کا نفاذ، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مادی و عسکری تیاری، اور بیت المال کا قیام) کو اپنے ہاتھ میں

نہیں لے گی، تو وہ قرآنی حکم (وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ) کی عملی تعبیر کبھی نہیں کر پائے گی اور استعماری ریاستوں کے سامنے مغلوب رہے گی۔

۲۔ القول في تأويل قوله)وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله فإن انتهوا فإن الله بما يعملون بصير(۳۹)

قال أبو جعفر: يقول تعالى ذكره للمؤمنين به وبرسوله: وإن يعد هؤلاء لحربك، فقد رأيتم سنتي فيمن قاتلكم منهم يوم بدر، وأنا عائد بمثلها فيمن حاربكم منهم، فقاتلوهم حتى لا يكون شرك، ولا يعبد إلا الله وحده لا شريك له، فيرتفع البلاء عن عباد الله من الأرض وهو "الفتنة" "ويكون الدين كله لله"، يقول: حتى تكون الطاعة والعبادة كلها لله خالصة دون غيره۔(تفسیر طبری)

امام طبری 'فتنہ' کی تاویل 'شرک' سے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس قتال کا مقصد یہ ہے کہ زمین سے اللہ کے بندوں پر قائم 'بلاء' (مصیبت و جبر کا نظام) اٹھ جائے؛ اور یہی بلاء دراصل 'فتنہ' ہے۔

۳۔ اسی بنیاد پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یونانی مابعد الطبیعیات اور فلسفہ کا عمومی تہافت کرنے کے بعد منطق کو اس کے کلی سیاق سے جدا کر کے اسلامی علوم کا حصہ بناتے ہیں۔